سوال

(368) رضاعی بیٹے کا حصہ

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رضاعی بیٹے کو وراثت سے حصہ دینے کے متعلق شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت کریں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

علم فرائض کی اصطلاح میں کسی کے ترکہ سے حصہ پانے کے دو اسباب بیان کیے جاتے ہیں، ایک نکاح اور دوسرا نسب۔ رضاعت یعنی اجنبی عورت کا دودھ پینا، ان اسباب سے نہیں جو کسی کے ترکہ سے حصہ پانے کا باعث ہو، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے : ''والدین اور قریبی رشتہ دار جو ترکہ چھوڑیں، اس میں مردوں اور عورتوں دونوں کا حصہ ہے۔'' [1]

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۚ [2]

''اور بعض ذوی الارحام دوسروں کے مقابلہ میں کتاب اللہ کی رو سے (وراثت لینے کے) زیادہ مستحق ہیں۔''

ان آیات کی روشنی میں رضاعی بیٹے کا ترکہ سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور خونی رشتہ ہے تو کسی اور صورت میں اسے وارث بنایا جا سکتا ہے مثلاً بھتیجے کو کسی عورت نے دودھ پلایا ہے تو اگر کوئی قریبی رشتہ نہ ہو تو اسے بھتیجا ہونے کی حیثیت سے وارث بنایا جا سکتا ہے، اگر مرنے والے نے اپنے رضاعی بیٹے کے حق میں وصیت کی ہو تو بھی ترکہ سے وصیت کے طور پر حصہ دیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ وصیت کل ترکہ کا 3/1 (ثلث) یا اس سے کم ہو، جیسا کہ احادیث میں اس کی وضاحت ہے، ان صورتوں کے علاوہ رضاعی بیٹے کو وارث بنانا شرعاً ناجائز ہے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کی حق تلفی ہے، جس کے متعلق قیامت کے دن اللہ کے ہاں باز پرس ہوگی، لہٰذا بے اولاد حضرات کو اس پہلو پر غور کر لینا چاہیے، ویسے بھی اسلام نے لے پالک بنانے کی حوصلہ افزائی نہیں کی کیونکہ اس میں بہت سی قباحتیں ہیں، بس ایسا کرنے سے دل کو ایک موہوم سی تسلی ہو جاتی ہے، ہمارے رجحان کے مطابق اس کے فائدے کے مقابلہ میں نقصانات زیادہ ہیں۔ (واللہ اعلم)

---

[1] ۴/النسا: ۷۔

[2] ۸/الانفال: ۷۵۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد: 3، صفحہ نمبر: 317

محدث فتویٰ